قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (اٰل عمران:74)

روزنامہ
الفضل
لندن

Online Edition

مدیر۔ابوسعید

سوموار13جنوری2020ء 17جمادی الاوّل 1441 ہجری قمری جلد: 2 شمارہ: 11

ارشاد باری تعالیٰ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُوۡنُوۡا قَوّٰمِیۡنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالۡقِسۡطِ ۫ وَلَا یَجۡرِمَنَّکُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ عَلٰۤی اَلَّا تَعۡدِلُوۡا ؕ اِعۡدِلُوۡا ۟ هُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی ۫ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ (المائدۃ:9)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر مضبوطی سے نگرانی کرتے ہوئے انصاف کی تائید میں گواہ بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو ۔تم انصاف کرو یہ تقویٰ کے سب سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو یقیناً اللہ اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے جو تم کرتے ہو ۔

خلاصہ خطبہ جمعہ

آنحضرتؐ کے جاں نثار اور اخلاص و وفا کے پیکربدری صحابی حضرت سعد بن عبادہؓ کے مزید اوصاف حمیدہ کا ذکر خیر

رسول اللہؐ نے فتح مکہ کے دن ابوسفیان سے فرمایا۔آج رحم کا دن ہے آج اللہ تعالیٰ قریش اور خانہ کعبہ کو عزت بخشنے والا ہے

اللہ آنسو پر عذاب نہیں دیتا بلکہ زبان سے نوحہ کرنے کو بُرا دیکھتا ہے،رونا تو دعا کی کیفیت کی وجہ سے بھی ہوسکتا ہے

رسول کریم ﷺ نے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ انصار کے مال میں، ان کے بیٹوں میں اور ان کے بیٹوں کے بیٹوں میں برکت دے

خدا کا رسول بھی غیور ہے اور خدا بھی غیور ہے اور خدا کی غیرت یہ ہے کہ اس نے برائیوں سے منع فرمایا ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبہ جمعہ مورخہ 10جنوری2020ء کا خلاصہ بمقام مسجد مبارک ٹلفورڈ یوکے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 10جنوری 2020ء کو مسجد مبارک ٹلفورڈ یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایاجو حسب معمول مختلف زبانوں میں تراجم کے ساتھ ایم ٹی اے انٹرنیشنل پر براہ راست ٹیلی کاسٹ ہوا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ کے آغاز میں وقف جدید میں برطانیہ کی جماعتوں کی پوزیشنز کے جائزے کی درستگی فرمانے کے بعد فرمایا: میں نے گزشتہ خطبہ میں عموماً غریبو ں کی اورغریب ملکوں میں رہنے والوں کی قربانی کے واقعات بیان کئے تھے۔اس لئے کہ امیروں میں بھی یہ احساس پیدا ہو اور وہ بھی قربانی کی روح کو سمجھیں ورنہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان ترقی یافتہ ممالک میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جو دنیاوی ضروریات کو پسِ پشت ڈال کرقربانی کرتے ہیں۔

حضور انور نے فرمایا اب میں آج کے خطبہ کے موضوع کی طرف آتا ہوں جو بدری صحابہ کا چل رہا ہے۔گزشتہ سے پہلے خطبہ میں حضرت سعد بن عبادہ کا ذکر چل رہا تھااور کچھ رہ گیا تھا آج بھی ان کے ذکر کے حوالے سے ہی بیان کروں گا۔لیکن یہاں بھی ایک حوالے کی درستگی کی ضرورت ہے جو گزشتہ خطبہ میں میں نے بیان کیا تھا۔ ریسرچ سیل میں ہمارے کام کرنے والوں کو خود ہی احساس ہوگیا اورانہوں نے یہ درستگی بھیجی اور اس سے بہرحال جو غلط فہمی مجھے بھی تھی وہ بھی دُور ہوگئی ۔ ماشاء اللہ یہ اپنی طرف سے بڑی محنت سے کام کرکے حوالے نکالتے ہیں لیکن بعض دفعہ جلد بازی سے ایسی تحریروں سے گزر جاتے ہیں جو دو صحابہ کے ملتے جلتے واقعات کو ملا دیتی ہے۔اسی طرح بعض دفعہ عربی عبارتوں کے ترجمے میں بھی صحیح الفاظ کا چناؤ نہ ہونے کی وجہ سے حقیقت واضح نہیں ہوتی، بہر حال اسی حوالے سے انہوں نے خود ہی درستگی کرکے بھجوائی ہے جو میں پہلے بیان کروں گا،پھر باقی ذکر ہوگا۔اس کے بعد27دسمبر کے خطبہ میں حضرت سعد بن عبادہ کے تعارف میں مواخات کے حوالے سے جو غلطی رہ گئی تھی اس کی درستگی کرتے ہوئے حضور انور نے حوالہ جات کی رو سے تفصیلی وضاحت بیان فرمائی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اب حضرت سعد بن عبادہؓ کا ذکر ہے۔ غزوہ خندق کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے صلح کے معاملے میں سعد بن عبادہؓ اور سعد بن معاذؓ سے مشورہ طلب فرمایا۔ دونوں نے بیک زبان یہ کہا کہ کیا اس معاملے میں اگر خدا نے حکم دیا ہے تو ٹھیک ورنہ منافقین کو سزا دی جائے گی۔ حضرت مرزا بشیر احمدؓ نے تحریر فرمایا ہے کہ غزوہ خندق کے دن بہت تکلیف اور خطرے کے دن تھے۔ مسلمانوں کی طاقت کمزور ہورہی تھی جبکہ دل ایمان کی وجہ سے مضبوط تھے۔ لیکن تھکاوٹ اور کمزوری کی وجہ جسم مضمحل ہورہے تھے کیونکہ خوراک کی کمی تھی اور آرام کرنے کا موقع بھی میسر نہیں آرہا تھا۔ ان حالات میں بنوغفطان کو کچھ محاصل دے کر ٹال دینے کے لئے رسول اکرمؐ نے ان دونوں اصحاب سے مشورہ طلب فرمایا تھا۔ تو ان دونوں نے کہا کہ کیا خدائی وحی ہے؟ تو رسول اکرم نے فرمایا کہ نہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ جب ہم مشرک تھے توہم ڈٹ جاتے تھے اب تو خدا تعالیٰ نے ہمیں ایمان کی دولت سے نوازا ہے ہم ہر قربانی کے لئے تیار ہیں۔ رسول اکرمؐ نے یہ مشورہ بھی معلومات اور ذہنی کیفیات کو جانچنے کے لئے کیا تھا۔ جب یہ ایمانی مضبوطی دیکھی تو اس مشورہ کو قبول فرمایا لیا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ غزوہ خندق کے موقع پر ابوسفیان نے ایک چال یہ چلی کہ بعض قبائل جو مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ میں شامل تھے ان کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی اور مشرکین بنوقریظہ کو اپنے ساتھ ملانے میں کامیاب ہوگئے۔ اس موقع پر حالات جاننے اور معلومات حاصل کرنے کے لئے رسول اکرم ﷺ نے پہلے حضرت زبیر بن العوامؓ کو بھیجا پھر ایک اور وفد بھیجا جس میں سعد بن عبادہؓ بھی شامل تھے۔ ان کے جانے پر بنوقریظہ نے معاہدے کو توڑنے کا اعلان کردیا۔ چنانچہ سعدبن عبادہؓ نے آنحضرت ﷺ کی ہدایات کے مطابق علیحدگی میں اس کی اطلاع دی۔ غزوہ بنوقریظہ کے موقع پر حضرت سعد بن عبادہؓ نے کئی اونٹوں پر کھجوریں لاد کر لشکر کے لئے دیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کھجور کیا ہی اچھا کھانا ہے۔ ایک صحابیؓ کی شہادت پر ان کی بیٹی کرب سے روئی تو رسول اکرم ﷺ کے بھی آنسو نکل آئے اس پر سعد بن عبادہؓ نے عرض کیا یہ کیا ہے؟ تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ھٰذَا شَوۡقُ الۡحَبِیۡبِ اِلَی حَبِیۡبِہٖ۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فتح مکہ کے لئے جب رسول اکرم ﷺ نکلے ہیں تو حضرت سعد بن معاذؓ کو بنوساعدہ کا جھنڈا عطا فرمایاتھا۔ ابوسفیان کو ہر وقت فکر رہتی تھی وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ باہر نکل کر دیکھتا کہ کہیں حملہ نہ ہوجائے۔ ایک دن وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ بنوظہران کے مقام پر آیا تو کیا دیکھا کہ سارے میدان میں آگیں ہی آگیں ہیں۔ اس نے ساتھیوں سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہوسکتے ہیں وہ باری باری قبیلوں کے نام لیتے تھے مگر ابوسفیان کہتا کہ نہیں ان کی تعداد اتنی نہیں ہے۔ اتنے میں اسلامی لشکر کے پہریداروں نے ان کو دیکھ لیا اور رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں لے گئے۔ آنحضرتؐ کی ہدایت پر حضرت عباسؓ نے ابوسفیان کو ایک تنگ جگہ کھڑا کیا سب قبائل جہاں سے گزرتے تھے۔ ان کے سامنے سے جب حضرت سعد بن عبادہؓ کا گزر ہوا تو سعدبن عبادہؓ نے کہا کہ آج حرم میں جنگ کرنا جائز کر دیا گیا ہے۔ جب رسول کریم ﷺ کا گروہ گزرا تو ابوسفیان نے یہ بات رسول اکرم سے کہہ دی جس پر آپؐ نے حضرت سعدبن عبادہؓ سے جھنڈا لے کر ان کے بیٹے قیس بن سعد کو دیا اور فرمایا آج تو کعبہ کی حرمت قائم کرنے کا دن ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔حضرت مصلح موعودؓ نے اس واقعہ کا ذکر یوں فرمایا ہے کہ جس وقت یہ لشکر ابوسفیان کے سامنے سے گزر رہا تھا انصار کے کمانڈر سعد بن عبادہؓ نے ابوسفیان کو دیکھ کر کہا آج خدا تعالیٰ نے ہمارے لئے مکہ میں داخل ہونا تلوار کے زور سے حلال کر دیا ہے۔

باقی صفحہ 7 پر

اس شمارہ میں

خلاصہ خطبہ جمعہ
دربار خلافت
نظم۔بارگاہ ایزدی،خلافت کی آغوش
متن خطبہ جمعہ حضور انورمورخہ20دسمبر2019ء
مضمون ہمدردِ انسانیت۔صدیق صاحبان

فرمانِ رسول ﷺ

عدل وانصاف قائم کرنا

ایک مرتبہ جب قریش مکہ نے بنو مخزوم کی ایسی عورت کو معاف کردینے کی سفارش کی جس نے چوری کی تھی تو آنحضور ﷺ نے فرمایا:تم میں سے پہلے لوگ اس لئے ہلاک ہوئے کہ جب کوئی مال دار چوری کرتا تواسے چھوڑ دیا جاتا اور جب کوئی غریب چوری کرتا تو اس پر حد لگا دی جاتی۔خدا کی قسم ! اگر محمد (ﷺ) کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔

(صحيح البخاري، کتاب أحاديث الأنبياء)

دربارِ خلافت

عدل و انصاف کے اعلیٰ معیار

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ابتدائی زمانہ میں بھی ایک ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ جب آپؑ نے اپنے والد کی طرف سے کئے گئے مقدمہ میں دوسرے کے حق میں گواہی دی آپؑ کے والد کے ساتھ مُزَادِعِیْن کا درختوں کا معاملہ تھا، زمین کا جھگڑا تھا، مزارعین نے حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت دیانت، انصاف اور عدل کو دیکھتے ہوئے عدالت میں کہہ دیاکہ اگر حضرت مرزا غلام احمد یہ گواہی دے دیں کہ ان درختوں پر ان کے والد کا حق ہے تو ہم حق چھوڑدیں گے، مقدمہ واپس لے لیں گے۔ عدالت نے آپ کو بلایا، وکیل نے آپ کو سمجھانے کی کوشش کی، آپؑ نے فرمایا کہ میں تو وہی کہوں گا جو حق ہے کیونکہ میں نے بہرحال عدل، انصاف کے تقاضے پورے کرنے ہیں۔ چنانچہ آپ کی بات سن کر عدالت نے ان مزارعین کے حق میں ڈگری دے دی اور اس فیصلے کے بعد حضرت مسیح موعودؑ اس طرح خوش خوش واپس آئے کہ لوگ سمجھے کہ آپؑ مقدمہ جیت کر واپس آ رہے ہیں۔ یہ ہے عملی نمونہ جو حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے ہمیں اس معیار عدل کو قائم رکھنے کے لئے دکھایا۔ اور آپؑ نے اپنی جماعت سے بھی یہی توقع رکھی، یہی تعلیم دی کہ تم نے بھی یہی معیار قائم رکھنے ہیں... اب دیکھیں اس سے زیادہ عدل و انصاف قائم رکھنے کے کون سے معیار ہو سکتے ہیں کہ دشمن سے بھی تم نے بے انصافی نہیں کرنی۔ اگر تم دشمن سے بھی بے انصافی کرو گے اور عدل کے تقاضے پورے نہیں کرو گے اس کا مطلب ہے تمہارے دل میں خدا کا خوف نہیں ہے۔ منہ سے تو کہہ رہے ہو کہ ہم اللہ کے بندے اور اس کا خوف رکھنے والے ہیں۔ لیکن عمل اس کے خلاف گواہی دے رہا ہے۔ اب بعض دفعہ چھوٹی چھوٹی آپس میں بھی چپقلشیں ہو جاتی ہیں کجا یہ کہ دشمنوں سے بھی انصاف کا سلوک ہو۔ تو کہاں بعض دفعہ یہ عمل ہوتا ہے اپنوں سے بھی چھوٹی موٹی لڑائیوں میں، چپقلشوں میں ناراضگیوں میں اپنے خاندان یا ماحول میں فوراً مقدمے بازی شروع ہو جاتی ہے۔ اور بعض دفعہ انتہائی تکلیف دہ صورت حال ہو جاتی ہے کہ معمولی سی باتوں پر تھانے کچہری کے چکر لگنے شروع ہو جاتے ہیں۔ مقدمے بازی شروع ہو جاتی ہے اور ایک دوسرے کے خلاف بعض دفعہ جھوٹی گواہیاں بھی دے رہے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی خوف نہیں رہتا، مکمل طور پر شیطان کے پنجے میں چلے جاتے ہیں اور اس کے باوجود کہ اپناکیس مضبوط کرنے کے لئے پتہ بھی ہوتاہے کہ جان بوجھ کر بعض غلط باتیں بھی کر رہے ہیں، جھوٹ بھی بول رہے ہیں لیکن شیطان اتنی جرأت دلا دیتا ہے کہ کہنے لگ جاتے ہیں کہ دیکھو ہمارے ساتھ انصاف نہیں ہو رہا۔ بھول جاتے ہیں کہ ہمارے اوپر خدابھی ہے۔ ‘‘

(خطبہ جمعہ 05مارچ2004ء)

قطعہ

بارگاہِ ایزدی

بار گاہِ ایزدی سے تو نہ یوں مایوس ہو
مشکلیں کیا چیز ہیں مشکل کشا کے سامنے
حاجتیں پوری کریں گے کیا تری عاجز بشر
کر بیاں سب حاجتیں حاجت روا کے سامنے
چاہئے تجھ کو مٹانا قلب سے نقشِ دوئی
سر جھکا بس مالکِ ارض و سما کے سامنے

(درثمین)

خلافت کی آغوش

صد ساز ہیں دنیا کے اک ساز ہے روحانی
رس گھولے جو کانوں میں ہر روح ہو مستانی

نغمہ ہے محبت کا دل کھنچے چلے آتے
پُرکیف سرودوں سے ہر روح ہو وجدانی

اخلاق کی قدریں ہیں پیغام اخوت ہے
الفت کی صداؤں میں اقدار ہیں انسانی

طوفاں میں سفینے ہیں گرداب ہے طغیانی
اک نوح کی کشتی کی مولا کرے نگرانی

آجاؤ خلافت کی آغوش میں اے لوگو!
موعود زمانہ ہے اور ساعتِ نورانی

اس عہدِ مفاسد میں ظلمات کی شورش میں
حافظ ہے یہی ملجا اور مامنِ یزدانی

حافظ محمد مبرور

خطبہ جمعہ

آنحضرت ﷺ کے جاں نثار اوراخلاص و وفا کے پیکر بدری اصحاب النبیؐ حضرت عُتْبَہ بن غَزْوَان اور حضرت سعد بن عُبَادہ رضی اللہ عنہما کی سیرت مبارکہ کا خوبصورت تذکرہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں خدا کی جنت ملے گی جو اس کے سارے انعاموں میں سے بڑا انعام ہے

قریش کی حرکات وسکنات کا علم حاصل کرنے اور مدینہ کو اچانک حملوں سے محفوظ رکھنے کے لئے آنحضرتﷺ نے 8مہاجرین کی ایک پارٹی وادی نخلہ جانے کے لئےتیاری کی اور حضرت عبداللہ بن جحشؓ کوامیر مقرر فرمایا

سریہ عبداللہ بن جحش بطرف نخلہ، شہر بصرہ کے قیام اور بیعت عقبہ ثانیہ کا ایمان افروز تفصیلی بیان

حضرت عمرؓ نے حضرت عتبہؓ کو بصرہ کی طرف 800 آدمیوں کے ساتھ روانہ فرمایا تھا
حضرت عتبہؓ نے اُبُلّہ مقام کو فتح کیا اور اس جگہ بصرہ شہر کی حد بندی کی
آپؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بصرہ شہر کو بنایا اور اسے آباد کیا

سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایّدہ اللہ تعالیٰ کا خطبہ جمعہ مورخہ 20 دسمبر 2019ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ یو کے

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ إِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ۬ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

گذشتہ خطبہ میں صحابہؓ کے ذکر میں حضرت عُتْبہ بن غزوان کا ذکر چل رہا تھا اور وہ ابھی ختم نہیں ہوا تھا۔اس ضمن میں کچھ اَور باتیں بھی ہیں جو اَب بیان کروں گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سن 2 ہجری میں اپنے پھوپھی زاد بھائی حضرت عبداللہ بن جحش کی قیادت میں ایک سریہ نخلہ کی طرف بھیجا۔ حضرت عُتْبہ بھی اس سریہ میں شامل تھے۔ اس سریہ کا ذکر پہلے بھی کچھ حد تک ایک صحابی کے ذکر میں بیان ہو چکا ہے۔ بہرحال اب کچھ مختصر بھی بیان کر دیتا ہوں۔ سیرت خاتم النبیین میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یہ لکھا ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارادہ فرمایا کہ قریش کی حرکات وسکنات کا زیادہ قریب سے ہو کر علم حاصل کیا جاوے تاکہ اس کے متعلق ہر قسم کی ضروری اطلاع بروقت میسر ہوجائے اورمدینہ ہر قسم کے اچانک حملوں سے محفوظ رہے۔ چنانچہ اس غرض سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ مہاجرین کی ایک پارٹی تیار کی اور مصلحتاً اس پارٹی میں ایسے آدمیوں کو رکھا جوقریش کے مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے تاکہ قریش کے مخفی ارادوں کے متعلق خبر حاصل کرنے میں آسانی ہو اور اس پارٹی پرآپؐ نے اپنے پھوپھی زاد بھائی عبداللہ بن جحش کو امیر مقرر فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سریہ کو روانہ کرتے ہوئے اس سریہ کے امیر کو یہ نہیں بتایا کہ تمہیں کہاں اورکس غرض سے بھیجا جارہا ہے۔ چلتے ہوئے ان کے ہاتھ میں ایک بند، سربمہر خط دے دیا اورفرمایا کہ اس خط میں تمہارے لیے ہدایات درج ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مدینہ سے دو دن کا سفر طے کرلو توپھراس خط کوکھول کر اس کی ہدایات کے مطابق عمل درآمد کرنا۔

جب دودن کا سفرطے کرچکے تو عبداللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو کھول کر دیکھا تو اس میں یہ الفاظ درج تھے کہ تم مکہ اور طائف کے درمیان وادیٔ نخلہ میں جاؤ اوروہاں جاکر قریش کے حالات کاعلم لو اور پھر ہمیں اطلاع لا کر دو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خط کے نیچے یہ ہدایت بھی لکھی تھی کہ اس مشن کے معلوم ہونے کے بعد اگرتمہارا کوئی ساتھی اس پارٹی میں شامل رہنے سے متامل ہو اور واپس چلے آنا چاہے یعنی جب یہ خط دیکھ لو اور پڑھ لو اور اس گروہ کا یا یہ سریہ جو بھیجا گیا ہے اس کا کیا مقصد ہے تو ان میں جو شامل افراد ہیں اگر ان میں سے کسی کو کچھ تامل ہو،اعتراض ہو، متامل ہوں اور اگر واپس آنا چاہے تو واپس آ سکتے ہیں کوئی پابندی نہیں ہے۔ بہرحال آپؐ نے فرمایا اسے واپس آنے کی اجازت دے دینا۔ عبداللہ نے آپؐ کی یہ ہدایت اپنے ساتھیوں کوسنا دی اورسب نے یک زبان ہوکر کہا کہ ہم بخوشی اس خدمت کے لیے حاضر ہیں۔ اس کے بعد یہ جماعت نخلہ کی طرف روانہ ہوئی۔ راستہ میں سعد بن ابی وقاصؓ اورعُتْبہ بن غزوانؓ کا اونٹ کھو گیا اوروہ اس کی تلاش کرتے کرتے اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گئے اور باوجود بہت تلاش کے انہیں نہ مل سکے یعنی اپنے ساتھیوں کو نہ مل سکے اوراب یہ پارٹی جو گئی تھی یہ صرف چھ کس کی رہ گئی۔ اس میں صرف چھ افراد رہ گئے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے ایک مستشرق ہے مارگولیس اس کے متعلق لکھا ہے کہ اس نے اس موقع پر یہ لکھا کہ سعد بن ابی وقاصؓ اور عُتْبہؓ نے جان بوجھ کراپنا اونٹ چھوڑدیا تھا اوراس بہانہ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ ان جاں نثارانِ اسلام پر جن کی زندگی کاایک ایک واقعہ ان کی شجاعت اور فدائیت پر شاہد ہے اورجن میں سے ایک غزوہ بئرِ معونہ میں کفار کے ہاتھوں شہید بھی ہوا اوردوسرا کئی خطرناک معرکوں میں نمایاں حصہ لے کر بالآخر عراق کافاتح بنا ، ان کے بارے میں اس قسم کا شبہ محض اپنے من گھڑت خیالات کی بنا پر کرنا مسٹر مارگولیس ہی کا حصہ ہے اورپھرلطف یہ ہے کہ مارگولیس اپنی کتاب میں یہ بھی دعویٰ کرتا ہے کہ میں نے یہ کتاب ہر قسم کے تعصّب سے پاک ہوکر لکھی ہے۔

بہرحال یہ تو ان لوگوں کا طریق ہے جہاں بھی اسلام اور مسلمانوں پر اعتراض کا موقع ملے یہ موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ اب اصل واقعہ جو سریہ کا تھا اس کی طرف آتا ہوں۔

یہ مسلمانوں کی چھوٹی سی جماعت تھی، جب نخلہ پہنچی اوراپنے کام یعنی انفارمیشن لینے، اطلاعات لینے میں مصروف ہوگئی کہ کفار مکہ کی موومنٹس (movements)کیا ہیں۔ ان کے ارادے کیا ہیں۔ مسلمانوں کے بارے میں کوئی حملے کا منصوبہ تو نہیں؟ تو یہ معلومات لینے میں، اپنے کام میں

وہ مصروف ہو گئی اوران میں سے بعض نے اخفائے راز کے خیال سے اپنے سر کے بال بھی منڈوا دیے تا کہ راہ گیر وغیرہ ان کو عمرے کے خیال سے آئے ہوئے لوگ سمجھ کر کسی قسم کا شبہ نہ کریں لیکن ایک دن اچانک وہاں قریش کاایک چھوٹا سا قافلہ بھی آ پہنچا جو طائف سے مکہ کی طرف جارہا تھا اور ہر دو جماعتیں ایک دوسرے کے سامنے ہو گئیں۔ مسلمانوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خفیہ خفیہ خبر رسانی کے لیے بھیجا تھا، کوئی باقاعدہ حملے کے لیے نہیں بھیجا تھا لیکن دوسری طرف قریش سے جنگ شروع ہوچکی تھی یعنی آمنے سامنے ہو گئے تھے اوردونوں حریف ایک دوسرے کے سامنے تھے اور پھرطبعاً یہ بھی اندیشہ تھا کہ اب جو قریش کے ان قافلہ والوں نے مسلمانوں کو دیکھ لیا ہے تو اس خبر رسانی جس کے لیے بھیجے گئے تھے اس کاراز مخفی نہیں رہ سکتا۔ ایک دقت یہ بھی تھی کہ بعض مسلمانوں کو خیال تھاکہ شاید یہ دن رجب یعنی شَھرِ حرام کا آخری ہے جس میں عرب کے قدیم دستور کے مطابق لڑائی نہیں ہونی چاہیے اور بعض سمجھتے تھے کہ رجب گزر چکا ہے اور شعبان شروع ہے اور بعض روایات میں ہے کہ یہ سریہ جمادی الآخر میں بھیجا گیا تھا اور شک یہ تھا کہ یہ دن جمادی کا دن ہے یارجب کا لیکن دوسری طرف نخلہ کی وادی عین حرم کے علاقہ کی حد پر واقع تھی اور یہ ظاہر تھا کہ اگر آج ہی کوئی فیصلہ نہ ہوا تو کل کو یہ قافلہ حرم کے علاقہ میں داخل ہو جائے گا جس کی حرمت یقینی ہو گی۔ غرض ان سب باتوں کو سوچ کر مسلمانوں نے آخر یہی فیصلہ کیا کہ قافلہ پر حملہ کرکے یاتو قافلہ والوں کو قید کر لیا جائے اور یا مار دیا جائے۔ بہرحال انہوں نے حملہ کردیا جس کے نتیجہ میں کفار کا ایک آدمی مارا گیا اور دو آدمی قید ہوگئے۔ چوتھاآدمی بھاگ کرنکل گیا اور مسلمان اسے پکڑ نہ سکے اور اس طرح ان کی تجویز کامیاب ہوتے ہوتے رہ گئی۔ اس کے بعد مسلمانوں نے قافلہ کے سامان پر قبضہ کر لیا اور چونکہ قریش کاایک آدمی بچ کر نکل گیا تھا اور یقین تھا کہ اس لڑائی کی خبر جلدی مکہ پہنچ جائے گی تو عبداللہ بن جحش اوران کے ساتھی سامانِ غنیمت لے کر جلد جلد مدینہ کی طرف واپس لوٹ آئے۔

اس موقع پر مارگولیس صاحب لکھتے ہیں کہ دراصل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ دستہ دیدہ دانستہ اس نیت سے شَھر حرام میں بھیجاتھا کہ چونکہ اس مہینہ میں قریش طبعاً غافل ہوں گے ،مسلمانوں کوان کے قافلہ کے لوٹنے کا آسان اوریقینی موقع مل جائے گا لیکن ہر عقل مند انسان سمجھ سکتا ہے کہ ایسی مختصر پارٹی کو اتنے دور دراز علاقہ میں کسی قافلہ کی غارت گری کے لیے نہیں بھیجا جا سکتا خصوصاً جبکہ دشمن کا ہیڈ کوارٹر اتنا قریب ہو اور پھر یہ بات تاریخ سے قطعی طورپر ثابت ہے کہ یہ پارٹی محض خبر رسانی کی غرض سے بھیجی گئی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ علم ہوا کہ صحابہؓ نے قافلہ پر حملہ کیا توآپؐ سخت ناراض ہوئے اور جب یہ جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپؐ کو سارے حالات سنائے اور ماجرے کی اطلاع دی تو آپؐ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ میں نے تمہیں شَھر حرام میں لڑنے کی اجازت نہیں دی ہوئی اور آپؐ نے مالِ غنیمت بھی لینے سے انکار کردیا۔ اس پر عبداللہ اوران کے ساتھی سخت نادم اور پشیمان ہوئے۔ اورانہوں نے خیال کیا کہ بس اب ہم خدا اور اس کے رسولؐ کی ناراضگی کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ صحابہؓ نے بھی ان کو سخت ملامت کی کہ تم نے کیا کیا۔

دوسری طرف قریش نے بھی شور مچایا کہ مسلمانوں نے شَھرِ حرام کی حرمت کو توڑ دیا ہے اور چونکہ جو شخص ماراگیا تھا یعنی عمرو بن اَلْحَضْرَمی وہ ایک رئیس آدمی تھا اور پھر وہ عُتْبَہ بن رَبِیعہ رئیس مکہ کاحلیف بھی تھا اس لیے بھی اس واقعہ نے قریش کی آتش غضب کوبہت بھڑکا دیا اور انہوں نے آگے سے بھی زیادہ جوش وخروش کے ساتھ مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں شروع کردیں۔ الغرض اس واقعہ پر مسلمانوں اور کفارہردو میں بہت چہ میگوئیاں ہوئیں اور بالآخر قرآن کریم کی یہ آیت وحی ہوئی، نازل ہوئی۔ اور اس کی وجہ سے پھر مسلمانوں کی تسلی اور تشفی بھی ہوئی کہ

يَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ الشَّهۡرِ الۡحَـرَامِ قِتَالٍ فِيۡهِ‌ؕ قُلۡ قِتَالٌ فِيۡهِ كَبِيۡرٌ ‌ؕ وَصَدٌّ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَكُفۡرٌ ۢ بِهٖ وَالۡمَسۡجِدِ الۡحَـرَامِ وَاِخۡرَاجُ اَهۡلِهٖ مِنۡهُ اَكۡبَرُ عِنۡدَ اللّٰهِ‌ۚ وَالۡفِتۡنَةُ اَكۡبَرُ مِنَ الۡقَتۡلِ‌ؕ وَلَا يَزَالُوۡنَ يُقَاتِلُوۡنَكُمۡ حَتّٰى يَرُدُّوۡكُمۡ عَنۡ دِيۡـنِکُمۡ اِنِ اسۡتَطَاعُوۡا (البقرة: 218)

یعنی لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ شھرِ حرام میں لڑنا کیسا ہے؟ تُو ان کو جواب دے کہ بے شک شَھرِ حرام میں لڑنا بہت بری بات ہے لیکن شَھرِ حرام میں خدا کے دین سے لوگوں کو جبراً روکنا بلکہ شَھرِ حرام اور مسجدِ حرام دونوں کا کفر کرنا یعنی ان کی حرمت کو توڑنا اور پھرحرم کے علاقہ سے اس کے رہنے والوں کو بزور نکالنا جیسا کہ اے مشرکو ! تم لوگ کر رہے ہو یہ سب باتیں خدا کے نزدیک شَھرِ حرام میں لڑنے کی نسبت بھی زیادہ بری ہیں اوریقیناً شَھرِ حرام میں ملک کے اندر فتنہ پیدا کرنا اس قتل سے بدتر ہے جو فتنہ کوروکنے کے لیے کیا جاوے اور اے مسلمانو! کفار کا تو یہ حال ہے کہ وہ تمہاری عداوت میں اتنے اندھے ہورہے ہیں کہ کسی وقت اورکسی جگہ بھی وہ تمہارے ساتھ لڑنے سے باز نہیں آئیں گے اوروہ اپنی یہ لڑائی جاری رکھیں گے حتیٰ کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں بشرطیکہ وہ اس کی طاقت پائیں۔

چنانچہ تاریخ سے ثابت ہے کہ اسلام کے خلاف رؤسائے قریش اپنے خونی پراپیگنڈے کو اَشْھُرِحُرُم میں بھی برابر جاری رکھتے تھے بلکہ اَشْھُرِحُرُم کے اجتماعوں اور سفروں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ ان مہینوں میں اپنی مفسدانہ کارروائیوں میں اَور بھی زیادہ تیز ہوجاتے تھے اورپھر کمال بے حیائی سے اپنے دل کو جھوٹی تسلی دینے کے لیے وہ عزت کے مہینوں کواپنی جگہ سے اِدھر اُدھر منتقل بھی کر دیا کرتے تھے جسے وہ نَسِیْء کے نام سے پکارتے تھے اور پھر آگے چل کر تو انہوں نے غضب ہی کر دیا کہ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں باوجود پختہ عہدوپیمان کے کفارِمکہ اوران کے ساتھیوں نے حرم کے علاقہ میں مسلمانوں کے ایک حلیف قبیلہ کے خلاف تلوار چلائی اورپھر جب مسلمان اس قبیلہ کی حمایت میں نکلے تو ان کے خلاف بھی عین حرم میں تلوار استعمال کی۔ پس اللہ تعالیٰ کے اس جواب سے یعنی جو قرآن کریم کی آیت ہے اس سے مسلمانوں کی تو تسلی ہونی ہی تھی قریش بھی کچھ ٹھنڈے پڑ گئے اوراس دوران میں ان کے آدمی بھی اپنے دو قیدیوں کو چھڑانے کے لیے مدینہ پہنچ گئے لیکن چونکہ ابھی تک سعد بن ابی وقاصؓ اور عُتْبہ بن غزوانؓ واپس نہیں آئے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے متعلق خدشہ تھا کہ اگروہ قریش کے ہاتھ پڑ گئے تو قریش انہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی واپسی تک قیدیوں کو چھوڑنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میرے آدمی بخیریت مدینہ پہنچ جائیں گے تو پھر میں تمہارے آدمیوں کو چھوڑ دوں گا۔ چنانچہ جب وہ دونوں واپس پہنچ گئے تو آپؐ نے فدیہ لے کر دونوں قیدیوں کو چھوڑ دیا لیکن ان قیدیوں میں سے ایک شخص پر مدینہ کے قیام کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ فاضلہ اوراسلامی تعلیم کی صداقت کااس قدر گہرا اثر ہوچکا تھا کہ اس نے آزاد ہوکر بھی واپس جانے سے انکار کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ بگوشوں میں شامل ہوگیا۔ اسلام لے آیا اور بالآخر بئرِ معونہ میں شہید ہوا۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 330تا334)

پس مارگولیس جو معترض ہے اس کے اعتراض کا جواب دینے کے لیے ان کا اسلام لانا اور پھر اسلام کی خاطر قربانی دینا یہی کافی ہے لیکن بہرحال ان چیزوں کو یہ لوگ نظر انداز کر جاتے ہیں۔

حضرت عُتْبہ بن غزوانؓ کو غزوۂ بدر اور بعد کے تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ جلد3 صفحہ559 عُتْبہ بن غزوان، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2003ء)

حضرت عُتْبہ بن غزوانؓ کے دو آزاد کردہ غلاموں خَبَّابؓ اور سعد کو بھی ان کے ساتھ جنگِ بدر میں شریک ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد2 صفحہ439 خباب مولی عُتْبہ بن غزوان دار الجیل بیروت 1992ء)

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد2 صفحہ612 سعد مولی عُتْبہ بن غزوان دار الجیل بیروت 1992ء)

حضرت عُتْبہ بن غزوانؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماہر تیر اندازوں میں سے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 72 من حلفاء بنی نوفل بن عبد مناف دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

حضرت عمرؓ نے حضرت عُتْبہؓ کو ارضِ بصرہ کی سرزمین کی طرف روانہ فرمایا تاکہ وہ اُبُلَّہ مقام کے لوگوں سے لڑیں جو فارس سے ہیں۔ روانہ کرتے ہوئے حضرت عمرؓ نے انہیں فرمایا کہ تم اور تمہارے ساتھی چلتے جاؤ یہاں تک کہ سلطنتِ عرب کی انتہا اور مملکتِ عجم کی ابتدا تک پہنچ جاؤ۔ پس تم اللہ کی برکت اور بھلائی کے ساتھ چلو۔ جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہنا اور جان لو کہ تم سخت دشمنوں کے پاس جا رہے ہو۔ پھر آپؓ نے فرمایا کہ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے

خلاف تمہاری مدد کرے گا ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اور میں نے حضرت علاءؓ بن حَضْرَمِی کو لکھ دیا ہے کہ عَرْفَجَہْ بِنْ ہَرْثَمَہْ کے ذریعہ تمہاری مدد کرے کیونکہ وہ دشمن سے لڑنے میں بڑا تجربہ کار اور فنِ حرب سے خوب واقف ہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا پس تم اس سے مشورہ لینا اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا ۔ جو شخص تمہاری بات مان لے اس کا اسلام قبول کرنا اور جو شخص نہ مانے اس پر جزیہ مقرر کرنا جس کو وہ خود اپنے ہاتھ سے عاجزی کے ساتھ ادا کرے اور جو اس کو بھی نہ مانے تو تلوار سے کام لینا یعنی اپنے مذہب میں رہ کر وہاں رہنا ۔چاہے پھر وہ جزیہ دینے کو بھی نہ تیار ہو، مسلمان بھی نہ ہو اور لڑائی پر بھی آمادہ ہو، تو پھر آپؓ نے فرمایا کہ پھر تلوار سے کام لینا۔ پھر تمہارا بھی کام ہے کہ تلوار سے کام لو۔ عربوں میں سے جن کے پاس سے گزرو انہیں جہاد کی ترغیب دینا اور دشمن کے ساتھ ہوشیاری سے برتاؤ کرنا اور اللہ سے ڈرتے رہنا جو تمہارا ربّ ہے۔

حضرت عمرؓ نے حضرت عُتْبہؓ کو بصرہ کی طرف آٹھ سو آدمیوں کے ساتھ روانہ فرمایا تھا۔ بعد میں مزید مدد بھی پہنچائی۔ حضرت عُتْبہؓ نے اُبُلَّہ مقام کو فتح کیا اور اس جگہ بصرہ شہر کی حد بندی کی۔ آپؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بصرہ کو شہر بنایا اور اسے آباد کیا۔ حضرت عمر بن خطابؓ نے جب حضرت عُتْبہ بن غزوانؓ کو بصرہ پر والی مقرر فرمایا تو خَرِیْبَہ مقام پر وہ ٹھہرے تھے۔ خَرِیْبَہ فارس کا ایک پرانا شہر تھا جسے فارسی میں وَھُشْتَابَاذْ اُرْدْشِیْر کہتے تھے۔ عربوں نے اسے خَرِیْبَہ کا نام دیا۔ اس کے پاس جنگِ جمل بھی ہوئی تھی۔ حضرت عُتْبہؓ نے حضرت عمرؓ کے نام خط میں لکھا کہ مسلمانوں کے لیے ایک ایسی جگہ ناگزیر ہے جہاں وہ سردیوں کا موسم گزار سکیں اور جنگوں سے واپسی پر ٹھہر سکیں۔ حضرت عمرؓ نے انہیں لکھا کہ انہیں ایک ایسی جگہ جمع کرو جہاں پانی اور چراگاہ قریب ہو۔ اگر یہ منصوبہ ہے تو جگہ ایسی ہونی چاہیے جہاں پانی بھی موجود ہو اور جانوروں کے لیے چراگاہ بھی ہو۔ اس پر حضرت عُتْبہ نے انہیں بصرہ میں جا ٹھہرایا۔ مسلمانوں نے وہاں بانس سے مکان تعمیر کیے۔ حضرت عُتْبہؓ نے بانس سے مسجد تعمیر کروائی۔ یہ 14 ہجری کا واقعہ ہے۔ حضرت عُتْبہ نے مسجد کے قریب ہی کھلی جگہ پر امیر کا گھر بنوایا۔ لوگ جب جنگ کے لیے نکلتے تو ان بانس سے بنے گھروں کو اکھاڑتے اور باندھ کر رکھ جاتے اور جب واپس آتے تو اسی طرح دوبارہ گھر بناتے۔ بعد میں لوگوں نے وہاں پکے مکان بنانے شروع کیے۔ حضرت عُتْبہؓ نے مِحْجَنْ بِنْ اَدْرَعْ کو حکم دیا جس نے بصرہ کی جامع مسجد کی بنیاد ڈالی اور اسے بانسوں سے تیار کیا۔ اس کے بعد حضرت عُتْبہؓ حج کرنے کے لیے نکلے اور مُجَاشِع بن مسعود کو جانشین بنایا، اپنا قائم مقام بنایا اور اسے فرات کی طرف کوچ کا حکم دیا اور حضرت مُغیرة بن شُعبہؓ کو حکم دیا کہ وہ نماز کی امامت کیا کریں۔ جب حضرت عُتْبہؓ حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے تو انہوں نے بصرہ کی ولایت سے استعفیٰ دینا چاہا۔ کہہ دیا کہ اب میرے لیے بڑا مشکل ہے کسی اَور کو وہاں کا امیر مقرر کر دیں۔ تاہم حضرت عمرؓ نے ان کا استعفیٰ منظور نہیں کیا۔ روایت میں آتا ہے کہ اس پر انہوں نے دعا کی کہ اے اللہ! مجھے اب اس شہر کی طرف دوبارہ نہ لوٹانا۔ چنانچہ وہ اپنی سواری سے گر پڑے اور 17 ہجری میں ان کا انتقال ہو گیا۔ یہ اُس وقت ہوا جبکہ حضرت عُتْبہؓ مکہ سے بصرہ کی طرف جا رہے تھے اور اس مقام پر پہنچ گئے تھے جس کو لوگ مَعْدِن بَنِی سُلیم کہتے ہیں۔ ایک دوسرے قول کے مطابق 17 ہجری میں رَبَذَہ مقام پر ان کا انتقال ہوا تھا اور ایک تیسرا قول بھی ہے۔ ان کی وفات کے بارے میں مختلف روایتیں ہیں کہ 17 ہجری میں ستاون سال کی عمر پا کر بصرہ میں حضرت عُتْبہؓ نے وفات پائی تھی۔ انہیں پیٹ کی بیماری تھی اور بعض نے ان کی وفات کا سال 15 ہجری بھی بیان کیا ہے۔ حضرت عُتْبہؓ کی وفات کے بعد ان کا غلام سُوَید حضرت عُتْبہؓ کا سامان اور ترکہ حضرت عمرؓ کے پاس لایا۔ حضرت عُتْبہؓ نے ستاون برس کی عمر پائی۔ وہ دراز قد اور خوب صورت تھے۔

(اسد الغابہ فی معرفة الصحابة جلد 3 صفحہ 559-560 عُتْبہ بن غزوان، دار الکتب العلمیة بیروت 2003ء)

(کتاب جمل من انساب الاشراف جزء 13 نسب بنی مازن بن منصور صفحہ 298 وحاشیہ، دار الفکر بیروت 1996ء)

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 73 عُتْبہ بن غزوان دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

خالد بن عُمیر عَدَوِی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عُتْبہ بن غَزوانؓ نے ہمیں خطاب کیا۔ انہوں نے اللہ کی حمد و ثنا کی۔ پھر کہا اَمَّا بَعْدُ دنیا نے اپنے ختم ہونے کا اعلان کر دیا ہے اور اس نے تیزی سے پیٹھ پھیر لی ہے یعنی دنیا اب قیامت کی طرف بڑھ رہی ہے اور اس میں کچھ بھی باقی نہ رہا سوائے اس کے کہ جتنا برتن میں کچھ مشروب بچ رہتا ہے جسے اس کا پینے والا چھوڑ دیتا ہے۔ تم یہاں سے ایک لازوال گھر کی طرف منتقل ہونے والے ہو یعنی یہ زندگی عارضی ہے۔ پس جو تمہارے پاس ہے اس سے بہتر میں منتقل ہو جاؤ کیونکہ ہمارے پاس ذکر کیا گیا ہے کہ ایک پتھر جہنم کے کنارے سے پھینکا جائے گا پھر وہ ستر برس تک اس میں گرتا جائے گا اور اس کی تہ تک نہ پہنچ پائے گا اور اللہ کی قسم! اس دوزخ کو ضرور بھرا جائے گا۔ یعنی کہ گناہ گاروں کو ایسی جہنم میں پھینکا جائے گا۔ اس لیے موقع ہے اس زندگی سے فائدہ اٹھاؤ اور نیکیوں کی طرف توجہ دو ۔ یہ مقصد تھا آپؓ کا۔ پھر فرمایا کیا تم تعجب کرتے ہو؟ اور تمہیں بتایا گیا کہ جنت کے دو کواڑوں میں سے ایک کواڑ سے دوسرے کواڑ تک چالیس برس کا فاصلہ ہے اور ضرور اس پر ایک ایسا دن آئے گا کہ وہ لوگوں کی کثرت سے بھر جائے گی۔ میں نے اپنے تئیں دیکھا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات میں سے ایک تھا اور کبھی درختوں کے پتوں کے سوا ہمارا کوئی کھانا نہیں تھا یعنی وہ زمانہ ہم پر آیا تھا کہ جب ہماری بہت بری حالت تھی۔ درختوں کے پتے ہم کھایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ہماری باچھیں زخمی ہو گئیں۔ پھر آپؓ کہتے ہیں اپنا واقعہ سنا رہے ہیں کہ مجھے ایک چادر ملی اور اسے پھاڑ کر اپنے اور سعد بن مالک کے لیے دو ٹکڑے کر لیے۔ یہ حالت تھی ہماری کہ پوری طرح ڈھانکنے کے لیے چادر بھی نہیں تھی۔ آدھے کا میں نے اپنے جسم کو لپیٹنے کے لیے ازار بنا لیا اور آدھے کا سعد نے۔ آپؓ نے فرمایا لیکن آج ہم میں سے کوئی صبح کرتا ہے تو کسی شہر کا امیر ہوتا ہے اور میں اس بات سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں کہ میں اپنے نفس میں بڑا سمجھوں اور اللہ کے نزدیک بہت چھوٹا ہوں۔ اس لیے آپؓ نے فرمایا کہ میری تو عاجزی کی یہ حالت ہے کہ میں اپنے آپ کو بہت چھوٹا سمجھتا ہوں۔ حالات اب تبدیل ہو گئے ہیں۔ کشائش پیدا ہو گئی ہے اور اب تم لوگوں کو بہت زیادہ فکر کرنی چاہیے۔ پھر فرمایا کوئی نبوت ماضی میں ایسی نہیں ہوئی جس کا اثر زائل نہ ہوا ہو حتّٰی کہ اس کا انجام بادشاہت نہ ہو اور تم حقیقتِ حال جان لو گے اور حکام کا تمہیں ہمارے بعد تجربہ ہو جائے گا۔

(صحیح مسلم کتاب الزهد و الرقائق باب الدنیا سجن للمؤمن وجنة للکافر (2967))

آپؓ نے فرمایا کہ مسلمانوں میں بھی ایسے حالات آ جائیں گے کہ دنیاداری پیدا ہو جائے گی۔ اس وقت تم دیکھ لینا کہ جو میں کہہ رہا ہوں وہ صحیح ہے لیکن تم لوگ ہمیشہ خدا تعالیٰ کی طرف توجہ رکھنا، دین کی طرف توجہ رکھنا، روحانیت کی طرف توجہ رکھنا اور اسی سے جنت میں جانے کے سامان پیدا ہو سکتے ہیں۔

اگلے صحابی جن کا ذکر ہے ان کا نام حضرت سعد بن عُبَادہؓ ہے۔ حضرت سعد بن عُبَادہؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنو ساعدہ سے تھا۔ ان کے والد کا نام عُبَادہ بن دُلَیْم اور والدہ کا نام عَمْرَہ تھا جو کہ مسعود بن قَیس کی تیسری بیٹی تھیں۔ ان کی والدہ کو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ حضرت سعد بن عُبَادہؓ حضرت سعد بن زید اَشْہَلِی کے خالہ زاد بھائی تھے جو کہ اہلِ بدر میں سے تھے۔ حضرت سعدؓ نے دو شادیاں کی تھیں۔ غَزِیَّہ بنتِ سَعد جس سے سعید، محمد اور عبدالرحمٰن پیدا ہوئے اور دوسری فُکَیْہَہْ بنتِ عُبَید جس سے قیس، اُمامہ اور سَدوس کی پیدائش ہوئی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 460-461، سعد بن عُبَادہ، دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

مَنْدُوس بنتِ عُبَادہ حضرت سعد بن عُبَادہؓ کی بہن تھیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر کے اسلام قبول کیا تھا۔ حضرت سعد بن عُبَادہؓ کی ایک اَور بہن بھی تھیں جن کا نام لیلیٰ بنت عُبَادہ تھا۔ انہوں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر کے اسلام قبول کیا تھا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 8 صفحہ 277، ومن بنی ساعدة ابن کعب بن الخزرج، مَنْدُوس بِنْتِ عُبَادَة، لَیْلیٰ بِنْتِ عُبَادَة دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت سعد بن عُبَادہؓ کی کنیت اَبو ثَابِت تھی۔ بعض نے ان کی کنیت ابو قَیس بھی بیان کی ہے جبکہ پہلا قول درست اور صحیح لگتا ہے یعنی ابو ثَابِت۔ حضرت سعد بن عُبَادہؓ انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنو ساعدہ کے نقیب تھے۔ حضرت سعد بن عُبَادہؓ سردار اور سخی تھے اور تمام غزوات میں انصار کا جھنڈا ان کے پاس رہا۔ حضرت سعد بن عُبَادہؓ انصار میں صاحبِ وجاہت اور ریاست تھے۔ ان کی سرداری کو ان کی قوم تسلیم کرتی تھی۔

(اسد الغابہ فی معرفة الصحابہ المجلد الثانی صفحہ 441 سعد بن عُبَادہ، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان 2003ء)

حضرت سعد بن عُبَادہؓ زمانہ جاہلیت میں عربی لکھنا جانتے تھے حالانکہ اس وقت کتابت کم لوگ جانتے تھے۔ وہ تیراکی اور تیر اندازی میں بھی مہارت رکھتے تھے اور ان چیزوں میں جو شخص مہارت رکھتا تھا اس کو کامل کہا جاتا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں حضرت سعد بن عُبَادہؓ اور ان سے قبل ان کے آباؤ اجداد اپنے قلعہ پر اعلان کروایا کرتے تھے کہ جس کو گوشت اور چربی پسند ہو تو وہ دُلَیم بن حَارِثَہ کے

قلعہ میں آجائے۔ ھِشَام بن عروہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ میں نے سعد بن عُبَادہؓ کو اس وقت پایا جب وہ اپنے قلعہ پر آواز دیا کرتے تھے کہ جو شخص چربی یا گوشت پسند کرتا ہے وہ سعد بن عُبَادہ کے پاس آئے یعنی جانوروں کا گوشت ذبح کروا کے تقسیم کرتے تھے۔ میں نے ان کے بیٹے کو بھی اسی حالت میں پایا کہ وہ بھی اسی طرح دعوت دیتا تھا۔ کہتے ہیں کہ میں مدینہ کے راستے پر چل رہا تھا ۔ اس وقت میں جوان تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ میرے ساتھ سے گزر رہے تھے، ھِشَام بن عروہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے۔ کہتے ہیں اس وقت میں جوان تھا اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ میرے پاس سے گزرے جو عَالِیَہ مقام جو مدینہ سے نجد کی طرف چار سے آٹھ میل کے درمیان واقع ایک وادی ہے، وہاں اپنی زمین کی طرف جا رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ اے جوان! ادھر آؤ۔ عبداللہ بن عمر نے ان کے والد کو بلایا۔ انہوں نے کہا کہ اے جوان! دیکھو !آیا تمہیں سعد بن عُبَادہ کے قلعہ پر کوئی آواز دیتا ہوا دکھائی دے رہا ہے۔ قلعہ قریب تھا۔ میں نے دیکھا اور کہا نہیں۔ انہوں نے کہا تم نے سچ کہا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 460-461 سعد بن عُبَادہ. دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

(عمدۃ القاری جلد 16 صفحہ 279 کتاب فضائل الصحابہ دار احیاء التراث العربی بیروت 2003ء)

لگتا ہے کہ جتنا کھلا ہاتھ حضرت سعد بن عُبَادہؓ کا تھا اور جس طرح وہ تقسیم کیا کرتے تھے اس کے بعد وہ کام جاری نہیں رہا۔ اس لیے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ان سے یہ پوچھا۔

حضرت نافعؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت سعد بن عُبَادہؓ کے قلعہ کے پاس سے گزرے تو انہوں نے مجھے کہا کہ اے نافع! یہ ان کے آباؤ اجداد کے گھر ہیں۔ سال میں ایک دن منادی کرنے والا یہ آواز دیتا کہ جو چربی اور گوشت کھانے کا خواہش مند ہے وہ دُلیم کے گھر آ جائے پھر دُلیم فوت ہو گیا تو عُبَادہ ایسے اعلان کرنے لگے۔ جب عُبَادہ فوت ہو گئے تو حضرت سعدؓ ایسے اعلان کرنے لگے۔ پھر میں نے قیس بن سعد کو ایسا کرتے دیکھا اور قیس حد سے زیادہ سخاوت کرنے والے لوگوں میں سے تھا۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب المجلد الثانی صفحہ 595 سعد بن عُبَادہ. دار الجیل بیروت 1992ء)

پس اس روایت سے مزید وضاحت ہو گئی کہ ان کی اولاد تک یہ سلسلہ جاری رہا ۔ اس کے بعد وہ حالت نہیں رہی۔ حضرت سعد بن عُبَادہؓ نے بیعتِ عقبہ ثانیہ کے موقعے پر اسلام قبول کیا تھا۔

(سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 375 دار الاشاعت کراچی 2004ء)

سیرت خاتم النبیینؐ میں اس کے حالات اس طرح بیان ہوئے ہیں کہ

13 نبوی کے ماہ ذو الحجہ میں حج کے موقع پر اوس اور خزرج کے کئی آدمی مکہ میں آئے۔ ان میں ستّر شخص ایسے شامل تھے جو یا تو مسلمان ہو چکے تھے اور یا مسلمان ہونا چاہتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے لیے مکہ آئے تھے۔ مُصْعَب بن عمیرؓ بھی ان کے ساتھ تھے۔ مُصْعَبؓ کی ماں زندہ تھی اور گو مشرکہ تھی مگر ان سے بہت محبت کرتی تھی۔ جب اسے ان کے آنے کی خبر ملی تو اس نے ان کو کہلا بھیجا کہ پہلے مجھ سے آکر مل جاؤ ۔پھر کہیں دوسری جگہ جانا۔ مُصْعَبؓ نے جواب دیا ، اپنی ماں کو کہا کہ میں ابھی تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں مِلا ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل کر پھر آپ کے پاس آؤں گا۔ چنانچہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ آپؐ سے مل کر اور ضروری حالات عرض کر کے پھر اپنی ماں کے پاس گئے۔ ماں ان کی یہ بات کہ پہلے مجھے نہیں ملے سن کے بڑی جلی بھنی بیٹھی تھی۔ ان کو دیکھ کر بہت روئی اور بڑا شکوہ کیا۔ مُصْعَبؓ نے کہا کہ ماں میں تم سے ایک بڑی اچھی بات کہتا ہوں جو تمہارے واسطے بہت ہی مفید ہے اور سارے جھگڑوں کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ اس نے کہا وہ کیا؟ مُصْعَبؓ کہنے لگے، بڑی آہستہ سے جواب دیا کہ بس یہی کہ بت پرستی ترک کر کے مسلمان ہو جاؤ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤ۔ وہ پکی مشرکہ تھی۔ سنتے ہی شور مچادیا کہ مجھے ستاروں کی قَسم ہے۔ میں تمہارے دین میں کبھی داخل نہ ہوں گی اور اپنے رشتہ داروں کو اشارہ کیا کہ مُصْعَبؓ کو پکڑ کر قید کر لیں مگر وہ ہوشیار تھے جلدی سے بھاگ کر نکل گئے۔

بیعتِ عقبہ ثانیہ کے تعلق میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مُصْعَبؓ سے انصار کی آمد کی اطلاع مل چکی تھی اور ان میں سے بعض لوگ آپؐ سے انفرادی طور پر ملاقات بھی کر چکے تھے مگر چونکہ اس موقع پر ایک اجتماعی اور خلوت کی ملاقات، علیحدہ ملاقات کی ضرورت تھی اس لیے مراسمِ حج کے بعد ماہ ذی الحجہ کی وسطی تاریخ مقرر کی گئی کہ اس دن نصف شب کے قریب یہ سب لوگ گذشتہ سال والی گھاٹی میں آپؐ کو آکر ملیں تاکہ اطمینان اور یکسوئی کے ساتھ علیحدگی میں بات چیت ہو سکے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو تاکید فرمائی کہ اکٹھے نہ آئیں بلکہ ایک ایک کر کے، دو دو کر کے وقتِ مقررہ پر گھاٹی میں پہنچ جائیں اور سوتے کو نہ جگائیں اور نہ غیر حاضر کا انتظار کریں۔ جو موجود ہیں وہ آ جائیں۔ چنانچہ جب مقررہ تاریخ آئی تو رات کے وقت جبکہ ایک تہائی رات جاچکی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے گھر سے نکلے اور راستہ میں اپنے چچا عباس کو ساتھ لیا جو ابھی تک مشرک تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتے تھے اور خاندان ہاشم کے رئیس تھے اور پھر دونوں مل کر اس گھاٹی میں پہنچے۔ ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ انصار بھی ایک ایک دو دو کر کے آپہنچے اور یہ ستّر اشخاص تھے اور اوس اور خزرج دونوں قبیلوں سے تعلق رکھنے والے تھے۔ سب سے پہلے عباس نے ،آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا نے ، گفتگو شروع کی کہ اے خزرج کے گروہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاندان میں معزز و محبوب ہے اور وہ خاندان آج تک اس کی حفاظت کا ضامن رہا ہے اور ہر خطرہ کے وقت میں اس کے لیے سینہ سپر ہوا ہے مگر اب محمدؐ کا ارادہ اپنا وطن چھوڑ کر تمہارے پاس چلے جانے کا ہے۔ سو اگر تم اسے اپنے پاس لے جانے کی خواہش رکھتے ہو تو تمہیں اس کی ہر طرح حفاظت کرنی ہو گی اور ہر دشمن کے ساتھ سینہ سپر ہونا پڑے گا۔ اگر تم اس کے لیے تیار ہو تو بہتر ورنہ ابھی سے صاف صاف جواب دے دو کیونکہ صاف صاف بات اچھی ہوتی ہے۔ اَلْبَرَاءِ بِن مَعْرُوْر جو انصار کے قبیلہ کے ایک معمر اور باا ثر بزرگ تھے انہوں نے کہا کہ عباس ہم نے تمہاری بات سن لی ہے مگر ہم چاہتے ہیں کہ رسول اللہؐ خود بھی اپنی زبانِ مبارک سے کچھ فرمائیں اور جو ذمہ داری ہم پر ڈالنا چاہتے ہیں وہ بیان فرمائیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف کی چند آیات تلاوت فرمائیں اور پھر ایک مختصر سی تقریر میں اسلام کی تعلیم بیان فرمائی اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اپنے لیے صرف اتنا چاہتا ہوں کہ جس طرح تم اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کی حفاظت کرتے ہو اسی طرح اگر ضرورت پیش آئے تو میرے ساتھ بھی معاملہ کرو۔ جب آپؐ تقریر ختم کر چکے تو اَلْبَرَاء بن مَعْرُور نے عرب کے دستور کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا یا رسول اللہؐ! ہمیں اس خدا کی قسم ہے جس نے آپؐ کو حق و صداقت کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ ہم اپنی جانوں کی طرح آپ کی حفاظت کریں گے۔ ہم لوگ تلواروں کے سایہ میں پلے ہیں ۔مگر ابھی وہ بات ختم نہیں کر پائے تھے کہ اَبُوالْھَیْثَم بن تَیِّہَان نے ان کی بات کاٹ کر کہا کہ یارسول اللہؐ! یثرب کے یہود کے ساتھ ہمارے دیرینہ تعلقات ہیں۔ آپؐ کا ساتھ دینے سے وہ منقطع ہو جائیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ جب اللہ آپؐ کو غلبہ دے تو آپؐ ہمیں چھوڑ کر اپنے وطن میں واپس تشریف لے آئیں اور ہم نہ اِدھر کے رہیں نہ اُدھر کے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور آپؐ نے ہنس کے فرمایا نہیں نہیں ایسا ہر گز نہیں ہو گا۔ تمہارا خون میرا خون ہو گا۔ تمہارے دوست میرے دوست ہوں گے۔ تمہارے دشمن میرے دشمن ہوں گے۔ اس پر عباس بن عُبَادہ انصاری نے اپنے ساتھیوں پر نظر ڈال کر کہا۔ لوگو کیا تم سمجھتے ہو کہ اس عہد و پیمان کے کیا معنے ہیں؟ اس کا یہ مطلب ہے کہ اب تمہیں ہر اسود و احمر کے مقابلہ کے لیے تیار ہونا چاہیے یعنی ہر قوم کے لوگ جو ہیں تمہارے خلاف ہو جائیں گے ان کے مقابلے کے لیے تیار ہونا چاہیے اور ہر قربانی کے لیے آمادہ رہنا چاہیے۔ لوگوں نے کہا کہ ہاں ہم جانتے ہیں مگر یا رسول اللہؐ! اس کے بدلہ میں ہمیں کیا ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں خدا کی جنت ملے گی جو اس کے سارے انعاموں میں سے بڑا انعام ہے۔ سب نے کہا کہ ہمیں یہ سودا منظور ہے۔ یا رسول اللہؐ! اپنا ہاتھ آگے کریں۔ آپؐ نے اپنا دستِ مبارک آگے بڑھادیا اور یہ ستّر جاں نثاروں کی جماعت ایک دفاعی معاہدہ میں آپؐ کے ہاتھ پر بِک گئی۔ اس بیعت کا نام بیعتِ عقبہ ثانیہ ہے۔

جب یہ بیعت ہو چکی تو آپؐ نے ان سے فرمایا کہ موسیٰ نے اپنی قوم میں سے بارہ نقیب چنے تھے جو موسیٰ کی طرف سے ان کے نگران اور محافظ تھے۔ میں بھی تم میں سے بارہ نقیب مقرر کرنا چاہتا ہوں جو تمہارے نگران اور محافظ ہوں گے اور وہ میرے لیے عیسیٰ کے حواریوں کی طرح ہوں گے اور میرے سامنے اپنی قوم کے متعلق جواب دہ ہوں گے۔ پس تم مناسب لوگوں کے نام تجویز کر کے میرے سامنے پیش کرو۔ چنانچہ بارہ آدمی تجویز کیے گئے جنہیں آپؐ نے منظور فرمایا اور انہیں ایک ایک قبیلے کا نگران مقرر کر کے ان کے فرائض سمجھا دیے اور بعض قبائل کے لیے آپؐ نے دو دو نقیب مقرر فرمائے۔ جب نقیبوں کا تقرر ہو چکا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس بن عبدالمطلب نے انصار سے تاکید کی کہ انہیں بڑی ہوشیاری اور احتیاط سے کام لینا چاہیے کیونکہ قریش کے جاسوس سب طرف نظر لگائے بیٹھے ہیں ایسا نہ ہو کہ اس قول و اقرار کی خبر نِکل جائے اور مشکلات پیدا ہو جائیں۔ ابھی غالباً وہ یہ تاکید کر ہی رہے تھے کہ گھاٹی کے اوپر سے رات کی تاریکی میں کسی شیطان کی آواز آئی یعنی کوئی شخص چھپا تھا، جاسوسی کر رہا تھا کہ اے قریش! تمہیں بھی کچھ خبر ہے

کہ یہاں (نعوذ باللہ) مُذَمَّم اور اس کے ساتھ کے مرتدین تمہارے خلاف کیا عہدوپیمان کر رہے ہیں؟ اس آواز نے سب کو چونکا دیا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالکل مطمئن رہے اور فرمایا کہ اب آپ لوگ جس طرح آئے تھے اسی طرح ایک ایک دو دو ہو کر اپنی قیام گاہوں میں واپس چلے جاؤ۔ عَبَّاس بن نَضْلَہ انصاری نے کہا۔ یارسول اللہؐ! ہمیں کسی کا ڈر نہیں ہے۔ اگر حکم ہو تو ہم آج صبح ہی ان قریش پر حملہ کر کے انہیں ان کے مظالم کا مزہ چکھادیں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں نہیں مجھے ابھی تک اس کی اجازت نہیں ہے۔ بس تم صرف یہ کرو کہ خاموشی کے ساتھ اپنے اپنے خیموں میں واپس چلے جاؤ۔ جس پر تمام لوگ ایک ایک دو دو کر کے دبے پاؤں گھاٹی سے نکل گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے چچا عباس کے ساتھ مکہ واپس تشریف لے آئے۔ قریش کے کانوں میں چونکہ بھنک پڑ چکی تھی کہ اس طرح کوئی خفیہ اجتماع ہوا ہے۔ وہ صبح ہوتے ہی اہلِ یثرب کے ڈیرہ میں گئے اور ان سے کہا کہ آپ کے ساتھ ہمارے دیرینہ تعلقات ہیں اور ہم ہر گز نہیں چاہتے کہ ان تعلقات کو خراب کریں مگر ہم نے سنا ہے کہ گذشتہ رات محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ آپ کا کوئی خفیہ معاہدہ یا سمجھوتہ ہوا ہے۔ یہ کیا معاملہ ہے؟ اوس اور خزرج میں سے جو لوگ بت پرست تھے ان کو چونکہ اس واقعہ کی کوئی اطلاع نہیں تھی وہ سخت حیران ہوئے اور صاف انکار کیا کہ قطعاً کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا۔ عبداللہ بن اُبَیّ بِن سَلُول بھی جو بعد میں منافقینِ مدینہ کا سردار بنا وہ بھی اس گروہ میں تھا۔ اس نے کہاکہ ایسا ہر گز نہیں ہو سکتا۔ بھلا یہ ممکن ہے کہ اہلِ یثرب کوئی اہم معاملہ طے کریں اور مجھے اس کی اطلاع نہ ہو؟ غرض اس طرح قریش کا شک رفع ہوا اور وہ واپس چلے آئے اور اس کے تھوڑی دیر بعد ہی انصار بھی واپس یثرب کی طرف کُوچ کر گئے لیکن ان کے کُوچ کر جانے کے بعد قریش کو کسی طرح اس خبر کی تصدیق ہو گئی کہ واقعی اہلِ یثرب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی عہدوپیمان کیا ہے جس پر ان میں سے بعض آدمیوں نے اہلِ یثرب کا پیچھا کیا۔ قافلہ تو نکل گیا تھا مگر سَعد بن عُبَادہؓ کسی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے ان کو یہ لوگ پکڑ لائے اور مکہ کے پتھریلے میدان میں لا کر خوب زدوکوب کیا اور سر کے بالوں سے پکڑ کر ادھر ادھر گھسیٹا۔ آخر جُبَیربن مُطْعِمْ اور حَارِث بن حَرْب کو جو سعد کے واقف تھے انہیں اطلاع ہوئی تو انہوں نے ان کو ظالم قریش کے ہاتھ سے چھڑایا۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 227تا 229، 232-233)

حضرت سعد بن عُبَادہؓ کے تعلق سے ابھی کچھ اَور ذکر بھی ہے ان شاء اللہ آئندہ خطبہ میں بیان ہو گا۔

(الفضل انٹر نیشنل 10 جنوری2020ء)

بقیہ از صفحہ 8ہمدرد انسانیت

آٹھ احباب کے ساتھ عاجز کے استقبال کے لئے وہاں موجود تھے۔ واپسی پر خود مجھے ائیر پورٹ پر الوداع کرنے کے لئے تشریف لائے۔ اور مجھے شلوار قمیض کا اتنا قیمتی جوڑاتحفہ کے طور پر پیش کیا جس کی قیمت عام جوڑے سے تین گنا زیادہ تھی۔ جتنے روز میں میر پور خاص میں مقیم رہا ڈاکٹر صاحب نے اپنی کوٹھی میں میری رہائش کا انتظام کیا اور اپنی کار ہمہ وقت خاکسار کے لئے وقف کردی۔ علاوہ ازیں میرے اعزاز میں ایک ضیافت کا اہتمام بھی کیا جس میں شہر کے بڑے افسران اور معززین کو بھی مدعو کیا۔ ایک روز خود مجھے ساتھ لے کر شہر کی سیر بھی کروائی اور اور معززین شہر سے میری ملاقات بھی کروائی جن میں سرکاری و نیم سرکاری اداروں کے افسران کے علاوہ نیشنل اسمبلی کے ممبر بھی شامل تھے۔

عزیز م ڈاکٹر عبد المنان صدیقی نے اپنے بزرگ والد صاحب کے قائم کردہ کلینک کو بہت وسعت دی۔ اُس کو مزید وسیع کرکے اُس میں نئے وارڈز کا اضافہ کیا۔ نہ صرف یہ بلکہ آؤٹ ڈور مریضوں کے علاوہ ان ڈور مریضوں کے لئے چالیس بیڈ مہیاکرکے کلینک کو اسپتال میں تبدیل کردیا۔ ڈاکٹر صاحب اس کو دو صد بیڈز پر مشتمل اسپتال بنانا چاہتے تھے کہ آپ کے سر پر شہادت کا تاج رکھ دیا گیا ۔ آپ کی شہادت سے پہلے آپ کو قتل کرنے کی دھمکیاں دی گئیں اور گمنا م فون آتے رہے لیکن اِس بہادر شہزادے نے ایک ذرہّ بھی پرواہ نہیں کی۔ آپ فی الواقع انسانیت کے ہمدردتھے۔ ہر عید کے موقع پر احمدی بچوں ، بچیوں کو نقد رقم تقسیم کرتے۔

عزیزم ڈاکٹر عبد المنان صدیقی کی شہادت پر حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ نے جو خطبہ ارشاد فرمایا اس کو سن کر ایک دوست کہنے لگے اگر مجھے علم ہو کہ میری وفات پر حضور اس طرح کا خطبہ ارشاد فرمائیں گے تو میں بخوشی شہادت کی تمنا کروں۔ اللہ تعالیٰ صدیقی صاحبان اور ان کے وفات شدہ بزرگان اور اعزّاء کے درجات بلند فرمائے اور ان کے پسماندگان بالخصوص ڈاکٹر عبد المنان صدیقی شہید کی اہلیہ اور بچوں کا ہمیشہ حافظ و ناصر ہو۔ آمین۔

بناء کر دند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کندا یں عا شقان پاک طینت را

بقیہ از صفحہ 1 خلاصہ خطبہ جمعہ

آج قریشی قوم ذلیل کر دی جائے گی۔ جب رسول اللہ ﷺ ابوسفیان کے پاس سے گزرے تو اس نے بلند آواز سے کہا یَارَسُوْلَ اللہ! کیا آپ نے اپنی قوم کے قتل کی اجازت دے دی ہے؟ ابھی ابھی انصار کے سردار سعدؓ اور ان کے ساتھی ایسا کہہ رہے تھے۔ انہوں نے بلند آواز میں یہ کہا ہے آج لڑائی ہو گی اور مکہ کی حرمت آج ہم کو لڑائی سے باز نہیں رکھ سکے گی اور قریش کو ہم ذلیل کر کے چھوڑیں گے یَارَسُوْلَ اللہ!آپ تو دنیا میں سب سے زیادہ نیک، سب سے زیادہ رحیم اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے انسان ہیں۔ کیا آج اپنی قوم کے ظلموں کو بھول نہ جائیں گے؟ ابوسفیان کی یہ شکایت و التجاء سن کر وہ مہاجرین بھی جن کو مکہ کی گلیوں میں پیٹا اور مارا جاتا تھا، جن کو گھروں اور جائیدادوں سے بے دخل کیا جاتا تھا تڑپ گئے اور ان کے دلوں میں بھی مکہ کے لوگوں کی نسبت رحم پیدا ہو گیا تھا اور انہوں نے کہا یَارَسُوْلَ اللہ! انصار نے مکہ والوں کے مظالم کے جو واقعات سنے ہوئے ہیں آج ان کی وجہ سے ہم نہیں جانتے کہ وہ قریش کے ساتھ کیا معاملہ کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ابوسفیان! سعدؓ نے غلط کہا ہے آج رحم کا دن ہے۔ آج اللہ تعالیٰ قریش اور خانہ کعبہ کو عزت بخشنے والا ہے۔ پھر آپ نے ایک آدمی کو سعدؓ کی طرف بھجوایا اور فرمایا اپنا جھنڈا اپنے بیٹے قیس کو دے دو کہ وہ تمہاری جگہ انصار کے لشکر کا کمانڈر ہو گا۔اس طرح آپ نے مکہ والوں کا دل بھی رکھ لیا اور انصار کے دلوں کو بھی صدمہ پہنچنے سے محفوظ رکھا۔ اور رسول اللہ ﷺ کو قیسؓ پر پورا اعتبار بھی تھا کیونکہ قیسؓ نہایت ہی شریف طبیعت کے نوجوان تھے۔ ایسے شریف کہ تاریخ میں لکھا ہے کہ ان کی وفات کے قریب جب بعض لوگ ان کی عیادت کے لئے آئے اور بعض نہ آئے تو انہوں نے اپنے دوستوں سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ بعض جو میرے واقف ہیں میری عیادت کے لیے نہیں آئے۔ ان کے دوستوں نے کہا آپ بڑے مخیر آدمی ہیں آپ ہر شخص کو اُس کی تکلیف کے وقت قرضہ دے دیتے ہیں۔ شہر کے بہت سے لوگ آپ کے مقروض ہیں اور وہ اس لئے آپ کی عیادت کے لئے نہیں آئے کہ شاید آپ کو ضرورت ہو اور آپ اُن سے روپیہ مانگ بیٹھیں۔ آپ نے فرمایا اوہو! میرے دوستوں کو بِلاوجہ تکلیف ہوئی میری طرف سے تمام شہر میں منادی کر دو کہ ہر شخص جس پر قیس کا قرضہ ہے وہ اُسے معاف ہے۔ اِس پر اِس قدر لوگ ان کی عیادت کے لئے آئے کہ ان کے مکان کی سیڑھیاں ٹوٹ گئیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ غزوہ حنین جسے غزوہ ہوازن بھی کہتے ہیں اس موقع پر جب آنحضرت ﷺ نے غنائم مہاجرین میں تقسیم فرمائیں اور انصار کو کچھ نہ ملا تو انصار میں بعض نے یہ باتیں شروع کردیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے قبیلہ کے ساتھ مل گئے ہیں۔ حضرت سعدؓ رسول اکریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ میرے قبیلہ میں یہ یہ باتیں ہورہی ہیں۔ آپؐ نے تمام انصار کو ایک جگہ جمع کرنے کا حکم دیا اور جب وہ اکٹھے ہوگئے تو آپؐ نے ان سے خطاب فرمایا کہ جب میں تم میں آیا تو تم گمراہ تھے اور خدا نے میرے ذریعے سے تم کو ہدایت عطا فرمائی، تم تنگدست تھے خدا نے تمہیں کشائش عطا فرمائی، تم آپس میں دشمن تھے خدا تعالیٰ نے میرے ذریعے تم میں محبت پیدا کردی۔ انصار نے جواب عرض کیا کہ درست ہے رسول کے ہم پر بہت فضل اور احسانات ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم کہہ سکتے تھے کہ دنیا نے آپ کو جھٹلایا اور ہم آپؐ پر ایمان لائے، جب اپنے آپؐ سے الگ ہو گئے، جب اپنوں نے آپ کو نکال دیا تو ہم نے آپ کو پناہ دی۔ میں نے تم سے مواخات کیا اور تم نے حقیر چیزوں پر دکھ محسوس کیا، میں نے تالیف قلب کے لئے ان کو دیا اور تم کو تمہارے اسلام کے سپرد کیا، یہ لوگ بھیڑ بکریاں لے کر گئے اور تم رسول کو لے کر جاؤ، اگر دو وادیاں ہوں اور ان میں ایک وادی انصار کی ہو تو میں انصار کی وادی میں رہنا پسند کروں گا۔ اے اللہ انصار پر اور انصار کے بیٹوں پر رحم فرما۔ اس پر سب انصار رونے لگے اور کہنے لگے کہ یارسول اللہ ہم راضی ہیں۔ اس پر آپؐ واپس تشریف لے گئے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضرت ﷺ کی اونٹنی اپنے تمام زادراہ سمیت گم ہوگئی اس پر حضرت سعدؓ اور ان کا بیٹا قیس اپنی اونٹنی اپنی تمام اسباب سفر سمیت لے کر حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یارسول اللہ آپ یہ رکھ لیں لیکن اس وقت تک آپؐ کی اونٹنی مل چکی تھی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری اونٹنی مجھے مل چکی ہے۔اللہ تعالیٰ تم دونوں کے مال میں برکت دے۔ اسامہ بن زید بیان کرتے ہیں کہ ایک بچہ دم توڑ رہا تھا آپؐ وہاں گئے تو اس کی اس حالت کو دیکھ کر آپؐ کی آنکھوں میں آنسو آگئے حضرت سعدؓ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا یہ اللہ کی رحمت ہے جو اس نے بندہ کے دل میں پیدا کی ہے۔ اللہ آنسو پر عذاب نہیں دیتا بلکہ زبان سے نوحہ کرنے کو بُرا دیکھتا ہے۔ رونا تو دعا کی کیفیت کی وجہ سے بھی ہو سکتا ہے۔ قضاء و قدر پر ناراض نہیں ہونا چاہئے آنسو رضا چاہتے ہوئے نکلیں تو اور بات ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک انصار صحابی سے حضرت سعد بن عبادہؓ کا حال دریافت فرمایا تو انہوں نے ان کی بیماری کا ذکر کیا۔ اس پر رسول اکرم ﷺ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے دوسرے صحابہ بھی آپؐ کے ہمراہ تھے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ جابر بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے حریرہ تیار کرنے کا کہا میں نے آٹے اور دودھ سے حریرہ تیار کیا۔ جب اسے رسول اللہ کی خدمت میں پیش کیا تو حضور اقدس ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا یہ گوشت کا ہے۔ میں نے عرض کی کہ نہیں۔ واپس آکر والد صاحب سے جب اس کا ذکر کیا تو حضرت عبداللہ نے کہا کہ شاید حضورؐ کو گوشت کھانے کی خواہش ہے چنانچہ انہوں نے فوراً ایک بکری ذبح کی اور اس کا گوشت بھونا اور رسول اللہ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس پر رسول کریم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ انصار کے مال میں، ان کے بیٹوں میں اور ان کے بیٹوں کے بیٹوں میں برکت دے۔ بالخصوص عبداللہ بن حرام اور سعد بن عبادہؓ کے گھروں میں۔ ایک موقع پر آنحضرتؐ نے انصار کے قبائل کا نام لے کر فرمایا کہ ان کے گھروں مں خیر ہی خیر ہے۔ اور بنوساعدہ کا نام آخر میں لیا ۔ سعدبن عبادہؓ نے کہا کہ کیا ہمارا نام سب سے آخر میں رکھا گیا ہے تو کسی نے کہا کہ کیا چار میں سے ایک ہونا ہی سعادت کے لئے کافی نہیں۔ ایک دفعہ حضرت سعد بن عبادہ نے غیرت کا اظہار کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خدا کا رسول بھی غیور ہے اور خدا بھی غیور ہے۔ اور خدا کی غیرت یہ ہے کہ اس نے برائیوں سے منع فرمایا ہے اور اسی طرح معذرت اور توبہ کو قبول کرتا ہے اسی لئے رسولوں کو بھی بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ توبہ کرنے والوں کو معاف کرتا اور نوازتا ہے۔ اور جنت کا وعدہ بھی کیا ہے پس تم خدا کے قوانین سے آگے نہ بڑھو۔ جن 6صحابہ نے قرآن جمع کیا ان میں سے حضرت سعد بن عبادہؓ بھی تھے۔

DAILY ALFAZL LONDON (Online Edition)
ANDROID APP ON Google Play
web: www.alfazlonline.org Twitter: @alfazlonline
Email: info@alfazlonline.org WhatsApp No. 00447493785065 00447951614020
اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء ان میں سے ایک پر بھجوائیں

ڈاکٹر محمد جلال شمسؔ۔ لندن

ڈاکٹر عبدالرحمان صدیقی اور ان کے بیٹے ڈاکٹر عبدالمنان صدیقی کی خدمت خلق
ہمدردِ انسانیت ۔ صدّیقی صاحبان

ہماری رہائش محمد آباد اسٹیٹ سندھ میں تھی۔ میں اُس وقت پرائمری اسکول کا طالب علم تھا۔ اسٹیٹ کے منتظمین کو متعدد بار صدّیقی صاحب کا ذکر کرتے سنا۔ اسٹیٹ کا کوئی کام ہو۔ کسی بڑے سرکاری افسر سے ملنا ہو، یا کوئی اور مسئلہ ہو، اسٹیٹ کے ذمہ دار لوگ مکرم صدّیقی صاحب کا نام لیتے اور اُن سے مدد لے کر اُس مسئلہ کو حل کرنے کی باتیں ہوتیں۔ اسٹیٹ میں کوئی مرد یا عورت زیادہ گہرے مریض ہوتے تو تب بھی مکرم ڈاکٹر صدّیقی صاحب کا تذکرہ ہوتا۔ میں نے ان کو دیکھا تو نہیں تھا لیکن میرے ذہن پر یہ تاثر ضرور تھا کہ صدّیقی صاحب کوئی بڑی شخصیت ہیں۔ بعد میں جب میں نے اُن کو دیکھا تو اُن کو اپنی سوچ سے کہیں بڑھ کر پایا۔

ڈاکٹر عبد الرحمٰن صدیقی صاحب، حیدر آباد ڈویژن کے امیر تھے۔ وہ امراض سینہ و قلب کے ماہر تھے۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ اور خلافت کے شیدائی تھے۔ میر پور خاص سند میں ان کی رہائش تھی اور وہیں اُن کا کلینک تھا۔ صبح سے شام تک مریضوں کا تانتا بندھا رہتا۔ بعض اوقات ڈاکٹر صاحب لمبے عرصہ کے لئے جلسہ سالانہ، اجتماعات یا جماعتی شوریٰ میں شرکت کی غرض سے ربوہ چلے جاتے۔ ان دنوں میں ان کا کلینک خاموشی کی چادر اوڑھ لیتا۔ لیکن جونہی ڈاکٹر صاحب کی واپسی ہوتی، دوبارہ مریضوں کی بھیڑ لگ جاتی۔ دیکھنے والا حیران ہوکر سوچتا کہ ان مریضوں کو ڈاکٹر صاحب کی واپس آمد کا پتہ کیسے لگا ہے؟ میر پور خاص میں سرکاری اسپتال موجود تھے۔ اس کے باوجود مریض، ڈاکٹر عبد الرحمن صدّیقی صاحب سے علاج کروانے کے خواہش مند ہوتے۔ تمام بڑے بڑے سرکاری افسران ڈاکٹر صاحب کے کلینک سے مفت علاج کرواتے ۔ پورے علاقہ میں ڈاکٹر صاحب کی بے انتہاء عزت تھی۔ ڈاکٹر صاحب غریبوں کے ہمدرد اور بے سہارا لوگوں کا سہارا تھے۔ غریبوں کا علاج مفت کرتے اور ہر طرح ان کا خیال رکھتے۔

ڈاکٹر صاحب پارٹیشن کے بعد حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد پر میر پور خاص میں آباد ہوئے اور خدمت انسانیت کے جذبہ کے تحت ’’فضل عمر کلینک‘‘ بناکر مخلوق خُدا کی خدمت میں مصروف عمل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ڈاکٹر صاحب کے ہاتھ میں شفا رکھی تھی۔ کلینک میں لیبارٹری ایکس رے اور فارمیسی کی سہولت بھی موجود تھی۔ ضرورت پڑنے پر مریض کے لئے خون کا انتظام بھی موجود تھا۔ ان وجوہات کی بناء پر ڈاکٹر صاحب کے پاس مریضوں کا تانتا بندھا رہتا۔ نہ صرف میر پور خاص شہر میں بلکہ اس پورے علاقے میں ڈاکٹر صاحب کی بے انتہاء عزت تھی۔ پاکستان کے سابق وزیر اعظم محمد خان جو نیجو کی والدہ صاحبہ نے تو ڈاکٹر عبد الرحمٰن کو اپنا منہ بولا بیٹا بنایا ہوا تھا۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب بسا اوقات شام کے وقت محمد خان جونیجو کی گوٹھ (گاؤں) ’’سندھڑی‘‘ جاتے اور رات کو بہت دیر کے بعد واپس آتے۔ آپ کی کوٹھی سلسلہ کے بزرگان اور خدام دین کی آماجگاہ تھے۔ خاندان حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے افراد بھی تشریف لاتے اور ڈاکٹر صاحب کے گھر کو برکتیں بخشتے۔ مجھے یاد ہے ایک مرتبہ حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد تشریف لائے اور ڈاکٹر صاحب کی کوٹھی میں رونق افروز ہوئے۔ اس موقع پر اس عاجز کو بھی حضرت صاحبزادہ موصوف کی صحبت صالحہ سے استفادہ کرنے کا موقع ملا۔

خاکسار بطور مربیؔ حیدرآباد میں متعین تھا۔ جماعتی ضروریات کے لئے بسا اوقات میر پور خاص جانا ہوتا۔ میں عمر کے لحاظ سے مکرم ڈاکٹر عبد الرحمٰن صدیقی کے بچوں جیسا تھا۔ لیکن ڈاکٹر صاحب مربیؔ ہونے کی وجہ سے عاجز کا بے حد احترام کرتے۔ اُس دور میں میر پور خاص میں ’’ماموں جی کا ہوٹل‘‘ خاصا مشہور تھا۔ مکرم مولانا محمد دین مرحوم اُن ایّام میں میر پورخاص میں مربیؔ تھے۔ مکرم ڈاکٹر صدّیقی مرحوم ہم دونوں کو ’’ماموں جی کے ہوٹل‘‘ میں لے جاتے اور ہمارے ساتھ مل کر کھانا کھاتے اور اس طرح خاکسار کی عزت افزائی ہوتی۔

اُس زمانہ میں سندھ میں ملیر یا بخار بہت عام تھا۔ میری چھوٹی ہمشیرہ عزیزہ ذکیہ فردوس بیمار ہوگئیں۔ اُس کا بخار اتر نہیں رہا تھا۔ ہم اُسے ڈاکٹر صاحب کے کلینک میں لے گئے۔ آپ نے معائنہ کرنے کے بعد ایکسرے کروانے کی ہدایت دی۔ ہم نے ڈاکٹر صاحب کے کلینک میں ہی بچّی کا ایکسرے کروایا۔ ڈاکٹر صاحب نے ایکسرے کا معائنہ کیا اور کچھ سوچ کر فرمایا کہ دوبارہ ایکسرے کروائیں۔ چنانچہ ایک بار پھر بچی کا ایکسرے کروایا گیا۔ ڈاکٹر صاحب دوبارہ ایکسرے کو غور سے دیکھا اور فرمایا الحمد اللہ کوئی خطرے کی بات نہیں۔ عاجز کے استفسار پر فرمانے لگے کہ پہلی دفعہ ایکسرے دیکھ کر مجھے کچھ شک سا ہوا تھا۔ میں نے سوچا بچی چھوٹی ہے۔ کہیں میری غفلت سے بچی کی آئندہ زندگی خطرے میں نہ پڑجائے۔ اس لئے دوبارہ ایکسرے کروانا چاہئے۔ اب دوسرا ایکسرے دیکھ کر مجھے یقین ہوگیا ہے کہ خطرے کی کوئی بات نہیں۔ معمولی ملیریا بخار ہے۔ انشاء اللہ ٹھیک ہوجائے گا۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے کلینک کے میڈیکل اسٹور سے دوائی لے کر دی اور ہم سے اس سارے عمل کی کوئی قیمت وصول نہیں کی۔

ایک مرتبہ ڈاکٹر صدیقی صاحب اپنی کار میں کہیں جا رہے تھے۔ خاکسار اور مکرم مولانا محمد دین مربی سلسلہ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ راستہ میں کار میں کوئی خرابی واقع ہوگئی۔ ڈاکٹر صاحب گاڑی سے باہر نکل آئے۔ کچھ ہی دیر کے بعد ایک سندھی وڈیرے کا وہاں سے گزر ہوا۔ اُنہوں نے فوراً اپنی جیپ کھڑی کی اور ڈاکٹر صاحب کے پاس آکر پوچھا کہ آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں۔ جب اُن کو پتہ لگا کہ ڈاکٹر صاحب کی کار خراب ہوگئی ہے تو بڑی لجاجت سے کہنے لگے ڈاکٹر صاحب! میری جیپ حاضر ہے۔ آپ میری جیپ لے لیں اور جتنے دن چاہیں اپنے پاس رکھیں۔ ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا کہ میری دوسری گاڑی آرہی ہے فکر کی کوئی بات نہیں۔ اس واقعہ سے بھی پتہ لگتا ہے کہ محترم ڈاکٹر عبد الرحمن صدیقی مرحوم کی اُس علاقہ میں کس قدر عزّت تھی۔

ڈاکٹر صاحب کو دل کی تکلیف تھی۔ آپ کے پاس ایک فولڈنگ چیئر تھی جو واکنگ سٹک کے طور پر بھی کام کرتی تھی۔ ایک دفعہ آپ جلسہ سالانہ پر جا رہے تھے ۔ راستہ میں آپ احمدی احباب سے ملنے اُن کے اسپیشل کمپارٹمنٹ میں تشریف لے گئے۔ چلتے ہوئے تھوڑی دیر کے بعد آپ فولڈنگ چیئر کو بچھا کر اُس پر بیٹھ کر آرام کرتے اور کچھ دیر کے بعد دوبارہ چلنے لگتے۔ ریل کے ڈرائیور اور گارڈ کو بتا دیا گیا تھا جب تک ڈاکٹر صاحب احمدی احباب سے مل کر واپس اپنی سیٹ پر نہیں پہنچ جاتے ریل کے منتظمین نے ڈاکٹر صاحب کے احترام میں گاڑی کو روکے رکھا۔

ڈاکٹر صاحب کے دل میں خلیفہ وقت کا بے حد احترام تھا۔ حضور بھی ڈاکٹر صاحب سے بہت پیار کرتے تھے۔ جلسہ سالانہ کے موقع پر حضور اقدس ڈاکٹر صاحب کے لئے ربوہ اسٹیشن پر گاڑی بھجواتے۔ اجتمائی ملاقات کے موقع پر بھی آپ حضور اقدس کے قریب ہوتے۔ ایک دفعہ ایک ملکی انتخاب کے بعد جلسہ سالانہ کے موقع پر اجتماعی ملاقات میں حضور نے ڈاکٹر صاحب کے کام کی تعریف فرمائی۔ ڈاکٹر صاحب نے عرض کیا کہ یہ تو محض حضور کی دعاؤں کے طفیل سب کچھ ہو رہا ہے۔ میری کوشش کا تو اس میں کوئی دخل نہیں۔

ڈاکٹر صاحب کا بیٹا عبد المنان صدیقی چھوٹا سا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ کسی نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب کا بیٹا بھی انشاء اللہ ایک دن ڈاکٹر بنے گا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ فی الحال تو وہ چھوٹی چھوٹی مشینوں اور کھلونوں وغیرہ کی جوڑ توڑ میں مصروف رہتا ہے۔ اس سے تو لگتا ہے کہ اس کا رجحان انجینئر نگ کی طرف ہے۔ بعد میں آپ کا بیٹا بھی ڈاکٹر بنا۔ یہ سب والدین کی توجہ اور دعاؤں کا نتیجہ تھا۔ عبد المنان کو اُس کے والدین پیار سے ’’منّو‘‘ کہتے تھے۔ منّو ، مکرم ڈاکٹر عبد الرحمن صدیقی کا بیٹا اور حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ کا نواسہ تھا۔ بچپن سے ہی اس کی تربیت اچھے ماحول میں ہوئی تھی۔ ڈاکٹر عبد المنان صدیقی ، غریبوں کا ہمدرد، یتیموں اور بیواؤں کا سہارا اور خلافت احمدیہ کا فدائی تھا ۔ پاکستان سے میڈیکل کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد خصوصی تعلیم حاصل کی۔ کچھ عرصہ امریکہ کے ایک اسپتال میں کام کیا۔ پھر اپنے والد کی خواہش پر واپس پاکستان پہنچ کر اپنے والد صاحب کے کلینک میں کام شروع کیا۔ ڈاکٹر عبد الرحمٰن صدیقی نے کلینک کی تمام ذمہ داری اپنے بیٹے کے سپرد کردی۔ ڈاکٹر عبد المنان صدیقی نے اپنے بزرگ والد کی قائم کردہ حسین روایات کو زندہ رکھا۔ آپ غریبوں ، یتیموں اور بیواؤں کا سہارا تھے۔ ڈاکٹر صاحب سندھی وڈیروں و رئیسوں کو تبلیغ کرتے اور اُنہیں ربوہ لے کر جاتے۔ مجھے ایک بار ڈاکٹر صاحب کے پاس جانے کا موقع ملا جس کی حسین یادیں اب تک دل میں تازہ ہیں۔ ڈاکٹر صاحب مجھے ساتھ لے کر مٹھّی کے دورہ پر روانہ ہوئے۔ مٹھی میں جماعت کا کلینک ہے۔ جس کے عین سامنے سڑک پر ایک گیٹ بنا ہوا ہے اور اُس پر کلمہ طیبہ بہت بڑے حروف میں لکھا ہوا ہے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو ڈاکٹر صاحب نے مجھے کہا دیکھئے ہم پر کلمہ طیبہ کی پابندی عائد ہے۔ مولا کریم نے ہمارے اسپتال کے لئے کلمہ طیبہ کا انتظام فرمادیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب خود تو مریضوں کے معائنہ میں مشغول ہوگئے اور ڈرائیور کو کہا کہ مجھے مٹھی کی سیر کروائے۔ چنانچہ خاکسار نے ریت کے بڑے بڑے ٹیلوں کے علاوہ مٹھی شہر کی بھی سیر کی اور احمدیہ مشن ہاؤس بھی دیکھا۔ نیز وہاں پر متعین مربی صاحب سے ملاقات بھی کی۔ مربی صاحب نے یہ ایمان افروز بات بیان کی کہ مٹھی کے ریتلے علاقہ میں جہاں سالہا سال ایک قطرہ بارش نہیں ہوتی ایک بار اتنی بارش ہوئی کہ سارا شہر ڈوب گیا اور پاکستان آرمی کے جوانوں نے فوجی کشتیوں کے ذریعہ لوگوں کو نکال کر محفوظ مقام تک پہنچایا۔ یہ واقعہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی صداقت کا ایک زندہ ثبوت ہے۔ ڈاکٹر عبد المنان صدیقی نے مٹھی کے بعد بعض اور مقامات پر بھی میڈیکل کیمپ لگا کر غریب مریضوں کا علاج کیا۔ نہ صرف یہ بلکہ ایک بکرا صدقہ بھی کیا۔ جمعہ کی نماز محمد آباد اسٹیٹ میں ادا کی اور شام کو محمود آباد اسٹیٹ میں (بحثیت امیر ضلع) صدران ضلع کی میٹنگ میں بھی شرکت کی اور رات کو دیر سے واپس اپنے گھر پہنچے۔

عزیزم ڈاکٹر عبد المنا ن صدیقی نے بچپن میں میرے چھوٹے بھائی عزیزم نصیر احمد نجم کے ساتھ بھائی بننے کا عہد کیا اور پھر تا دم اُس پر قائم رہے۔ اسی تعلق کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب مرحوم اس عاجز کا بے حد احترام کرتے اور مجھے اپنا بڑا بھائی سمجھتے تھے۔ جن دنوں خاکسار کو ترکی میں اسیر راہ مولیٰ بننے کی سعادت نصیب ہوئی ، اُن ایام میں ڈاکٹر صاحب مرحوم، عزیزم نصیر احمد کو فون کرکے عاجز کے بارہ میں پوچھتے رہے۔ جس روز عاجز کراچی ایئر پورٹ پر اترا تو ڈاکٹر صاحب سات

باقی صفحہ 7 پر